© rasailojaraid.com

علیہ وسلم کو قیامت کے وقت کا پتہ نہیں۔ اب اگر کوئی شخص اس کے خلاف دعویٰ کرے تو اس کے غلط اور باطل ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

(۵) شب قدر کی فضیلت میں قرآن کی ایک سورہ بھی نازل کی گئی۔ یہ شب اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ کا ایک بہترین انعام ہے۔ لیکن یہ کونسی رات ہے؟ کس تاریخ کو ہوتی ہے؟ کچھ نہیں معلوم۔ آپ کو صرف اتنا معلوم ہوا کہ رمضان شریف کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے شفیق اور امت کے لئے مہربان، بلکہ رحمتِ عالم پیغمبر کے متعلق یہ تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کو معلوم رہا ہو لیکن امت پر آپ نے ظاہر نہ کیا ہو۔ ایسی فضل رات کہ صرف اس ایک رات کی عبادت دوسری ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہو۔ آپ جان بوجھ کر امت سے چھپائیں! بجز جھوٹ اور رسول اللہ پر افتراء ہے بلکہ حق یہ ہے کہ آپ کو خود ہی نہیں معلوم تھا۔

(۶) مدینہ طیبہ کے لوگوں کا یہ دستور تھا کہ وہ نر کھجور کے پھول کو مادہ کھجور میں ایک خاص طریقہ پر پیوند کرتے تھے۔ جس کو عربی میں تابیر کہتے ہیں، ایسا کرنے سے کھجور میں پھل زیادہ آتے تھے۔ آنحضور کو جب معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا نہ کرو تو میرے خیال میں کچھ حرج نہیں۔ لوگوں نے چھوڑ دیا۔ تو اس سال پھل ناقص اور کم آئے جب آپ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ۔ (مسلم) یہ دنیاوی معاشرت سے متعلق ایک بات تھی اپنے دنیاوی معاملات کو تم لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ یہ میری ایک رائے تھی اگر موافق نہ آئی تو جانے دو۔

دیکھو زراعت وغیرہ کے متعلق آپ دوسرے انسانوں کو جب یہ فرماتے ہیں کہ "یہ باتیں تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو" تو بھلا یہ کہنا کس قدر دلیری اور افسوسناک جرأت ہے کہ رسول اللہ کا علم اللہ تعالیٰ کے برابر تھا یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ پر آسمان وزمین کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی بات مخفی نہیں۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

(۷) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے، اور بخار کی شدت کی وجہ سے آپ پر غشی طاری ہونے لگی۔ اسی دوران میں عشا کی نماز کا وقت آ جاتا ہے۔ آپ نماز کے لئے مسجد میں جانا چاہتے ہیں لیکن جب اٹھنے کا ارادہ کرتے ہیں تو بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب آپ کو ہوش آتا ہے تو سب سے پہلے یہی پوچھتے ہیں اَصَلَّى النَّاسُ، کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ حاضرین جواب دیتے ہیں لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نہیں حضور! ابھی تو نہیں پڑھی، وہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں ـــــ تین دفعہ آپ نے یہی ارادہ فرمایا اور ہر دفعہ آپ پر غشی طاری ہوتی رہی، تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آدمی بھیجا کہ جاؤ ان سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی۔

© rasailojaraid.com

اس حدیث کی بنا پر میں دو باتیں پوچھنا چاہتا ہوں ، ایک تو یہ کہ جب آپ کلی غیب داں تھے تو آپ کو لوگوں کے نماز سے فارغ ہو جانے اور نہ ہونے کا حال تو معلوم ہی تھا ، پھر آپ ان لوگوں سے بار بار یہ کیوں پوچھتے ہیں کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ جب آپ کو ذرہ ذرہ کا علم تھا تو اپنی اس غشی اور نماز نہ پڑھ سکنے کا بھی علم رہا ہوگا تو پھر بار بار نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں جانے کی آپ کوشش کیوں کر رہے تھے ؟ اور لوگوں کو انتظار کی زحمت میں کیوں ڈال رکھا تھا پہلے ہی حضرت ابوبکرؓ کو خبر کیوں نہیں بھیج دی کہ آج نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں نہیں جا سکوں گا تم وقت پر پڑھا دینا ۔

(۸) یہ تو مرض الموت کا واقعہ ہے ، اس سے آگے چلئے ٹھیک روح قبض ہونے کے وقت کا حال ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں جن کی گود میں آنحضورؐ کی روح نے پرواز کیا تھا لَقَدْ دَعَا بِالطَّسْتِ لِيَبُولَ فِيهَا فَانْخَنَثَتْ نَفْسُهُ وَمَا أَشْعُرُ ۔ (نسائی صفحہ ۱۴) یعنی آپ نے پیشاب کرنے کے لیے برتن منگوایا لیکن قبل اس کے کہ وہ برتن لایا جائے آپ کی روح نکل گئی اور مجھے پتہ بھی نہیں چلا ۔

سوال یہ ہے کہ جب آنحضور علیہ السلام کو سب کچھ معلوم تھا تو یہ بھی معلوم رہا ہوگا کہ پیشاب کا برتن لائے جانے سے پہلے ہی میں انتقال کر جاؤنگا ، اور اب اس دنیا میں مجھے اس حاجت کو پورا کرنے کا موقع نہیں ملیگا ، تو پھر آپ نے برتن کیوں منگوایا اور جان بوجھ کر یہ عبث کام آپ نے کیوں کیا ؟

(۹) حدیثوں میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر سے اپنی امت کے لوگوں کو پانی پلا رہے ہوں گے تو کچھ لوگ حوض کی طرف جانا چاہینگے ، مگر فرشتے ان کو روک دینگے ۔ تو آنحضور فرمائیں گے کہ یہ تو میری امت کے لوگ ہیں ، انھیں آنے دو ، فرشتے جواب میں کہیں گے اِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ (مسلم صفحہ ۲۴۲ ج ۲) " آپ کو نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے آپ کے انتقال کے بعد دین میں کیسی کیسی بدعتیں نکالی تھیں " ۔ اس پر آنحضور بھی ناراض ہو کر فرمائیں گے " ہاں ایسے لوگوں کو میرے حوض سے دور ہٹاؤ ، یہ میرے قریب نہ آنے پائیں " ۔

دیکھو اس حدیث میں صاف مذکور ہے کہ " فرشتے کہیں گے آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے کیا بدعتیں نکالی ہیں " معلوم ہوا کہ ہر چیز کا علم آپ کو نہیں ۔

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جب شفاعت کبریٰ کے لئے میں اللہ تعالے کے سامنے سجدہ میں گر جاؤنگا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد بیان کرونگا کہ ابھی وقت میں اس کے بیان کرنے پر قادر نہیں ہوں ۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ مجھ پر ان محامد کا الہام کریگا اور مجھے سکھا دیگا (مسلم صفحہ ۱۰۹ ج ۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض محامد کا علم آپ کو زندگی بھر حاصل نہ ہوا ، بلکہ قیامت کے دن آپ پر ان کا انکشاف ہوگا ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو محیط بالکل کہنا کیونکر صحیح ہوگا ۔ اس قسم کے واقعات اور دلائل حدیثوں میں بہت سے موجود ہیں ۔ فی الحال میں قرآن اور احادیث کی ان دس دلیلوں پر کفایت کرتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ انصاف کے ساتھ ان کا جواب تحریر فرمائیں (راقم)

© rasailojaraid.com

حقیقتِ نفاق

از مولٰینا محمد عبدہٗ صاحب فیروزپوری

(۱)

قرآن حکیم کا طرزِ استدلال

زیر بحث عنوان میں غور کرنے سے پہلے ناظرین کے سامنے چند تمہیدی الفاظ کا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ قرآن حکیم نے جن حقائق کا انکشاف یا اثبات کیا ہے۔ اس میں اہل منطق اور فلسفہ کی طرح تدقیقات عمیقہ سے کام نہیں لیا جن کے سمجھنے اور ضبط کرنے کے لئے حیرت کی وادیوں میں سرگرداں ہونا پڑے۔ بلکہ اسلام جیسے خود عین فطرت اور امر تکوینی کا دوسرا نام ہے[1] ایسے ہی اس کے دلائل و شواہد بھی فطرتی اور تمام تر عالم ہستی سے ماخوذ ہیں[2]۔ اور ساتھ ہی ایسے واضح اور جلی ہیں کہ ہر شخص ان کے واسطہ سے درجہ ایقان اذعان تک پہنچ سکتا ہے بشرطیکہ عقل کو انفعالاتِ نفسانیہ سے مجرد کر کے تدبر و تفکر کرے[3]

---

[1] ترجمان القرآن میں مولانا آزاد نے کسی مقام پر فرمایا ہے کہ :- قرآن حقیقت کو "حق" سے تعبیر کرتا ہے۔ وہ محض کسی ایک گوشہ کی حقیقت نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر سمجھا گیا ہے بلکہ اصل کائنات کی ایک عالمگیر حقیقت ہے۔ جہاں اصل تخلیق و تکوین "حق" اور قانون حق کا قیام ہے اس کا نام عدل و قسط بھی ہے عالم جسم و مادہ کا کوئی گوشہ دیکھو تمہیں ہر گوشہ میں وجود تکوین، تعمیر ایجاب، زندگی، بناؤ کی اصل یہی حقیقت ملیگی۔ یہی حقیقت جب اعمال و افکار انسانی میں ظاہر ہوتی ہے تو اس کا نام ایمان اور عمل صالح ہو جاتا ہے اور یہی حقیقت ہے جس کی طرف ہدایت وحی بلاتی ہے ۱۲

[2] قرآن حکیم نے عالم ہستی کی جن راہوں سے استدلال کیا ہے ان کو تین حصوں میں منضبط کیا جا سکتا ہے (الف) عالم انفس (ب) آیات کونیہ (ج) براہین عقلیہ یعنی انسان کی خود اپنی ہستی جو کچھ اس سے باہر ہے۔ اقوام ماضیہ کے احوال و تجارب

[3] یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم دلائل حق بیان کرنے کے بار بار تدبر و تفکر کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ امور دینی میں نظر و فکر کی راہ چھوڑ کر تقلید کی اختیار کرنا یہ وہ عالمگیر گمراہی ہے جو امم سابقہ کو قبول حق سے مانع رہی۔ دراصل ہے بھی یہی بات۔ کیونکہ نظر و فکر کی جتنی گمراہیاں ہیں سب کا سرچشمہ تقلید ہی ہے۔

یہاں یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ جب قرآن کا مطالبہ غور و فکر کا ہے تقلید کا نہیں (بلکہ وہ اس کو عالمگیر گمراہی قرار دیتا ہے) تو جو شخص قرآن مجید کے مطالب پر غور و فکر نہیں کرتا وہ اس کا مطالبہ پورا نہیں کرتا نیز جبکہ قرآن کے سننے کہ وحی الٰہی ہے تدبر ضروری ہوا تو کیونکر یہ بات جائز ہو سکتی ہے کہ کسی مجتہد امام کی تحقیق میں تدبر ضروری نہ ہو اور اہل علم پر لازم ہو کہ از روئے تقلید سر اطاعت خم کر دیں ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اپنے بیان کردہ دلائل و براہین کو آیاتٌ بیّناتٌ اور آیاتٌ مُفصّلاتٌ سے تعبیر کیا۔

اب زیر بحث حقیقت پر غور کیجئے۔ اس کو قرآن حکیم نے تعریفات منطقیہ سے واضح نہیں کیا۔ بلکہ دوسری حقائق کی طرح یہاں بھی فطری طرز بیان اختیار کیا کہ جس طرح عالم ہستی کے تمام گوشوں میں اصلاً تین ہی حالتیں پائی جاتی ہیں۔ یا تو تکوین کی حالت ہوگی یا افساد کی حالت ہوگی۔ یا پھر دونوں کے درمیان کی حالت۔ خود اپنے وجود ہی کو دیکھ لو یا زندگی ہے یا موت یا بیماری اسی طرح ایمان اور عمل کے دائرہ میں عقائد و اعمال کے لحاظ سے انسان کے قلب و روح کی بھی تین ہی حالتیں ہیں۔

(ا) مستعد اور صالح قلوب۔ جو ہر اچھی بات کو پہچان کر قبول کر لیتے ہیں۔ اور اس کے بعد سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔ ان کو قرآن حکیم نے مومن اور احیاء کہا ہے۔

(ب) مفسد اور شریر قلوب۔ جنہیں ہر اچھی بات سے انکار ہوتا ہے۔ کوئی سیدھی بات اُن کے اندر نہیں اُترتی ہر بات کو سنتے ہی مخالفت میں سرگرم ہو جاتے ہیں۔ ان کو قرآن حکیم نے کافر اور اموات سے تعبیر کیا ہے۔

(ج) درمیانی گروہ جو ظاہراً قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن فی الحقیقت قبولیت کی روح ان کے اندر نہیں ہوتی۔ اس میں پہلے گروہ کی نہ تو مستعدیت اور صلاحیت ہی ہوتی ہے کہ جو بات مان لی۔ اس کو کما حقہ مان کر اس پر عمل کرے۔ اور نہ ہی دوسرے گروہ کی بیباکی و جرأت کہ یکسو ہو کر صاف صاف انکار کر دیں۔ یہ گروہ اگرچہ سمجھتا ہے کہ ایک راہ اختیار کرلی ہے لیکن فی الحقیقت دونوں راہوں میں سے کسی پر نہیں ہوتا۔ یہ منافق ہیں۔ اور ان کو قرآن حکیم نے مریض کہا ہے۔ ان تینوں حالتوں کا قرآن حکیم نے جابجا تذکرہ کیا ہے، فرمایا۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ۔ ترجمہ: سو جو ایمان لائے ہوئے ہیں۔ خواہ کچھ ہی ہو وہ تو یقین کریں گے کہ یہ مثال تو بہت ہی موقعہ کی ہے ان کے رب کی جانب سے اور رہ گئے وہ لوگ جو کافر ہو چکے سو چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ یونہی کہتے رہیں گے وہ کون مطلب ہوگا جس کا قصد کیا ہوگا اللہ نے اس حقیر مثال سے۔ گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے بہتوں کو اور ہدایت دیتا ہے بہتوں کو۔ اور گمراہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کسی کو مگر بے حکمی کرنے والوں کو۔

دیکھئے! یہاں مومنوں کی خصوصیت یہ بیان کی ہے کہ حق بات سنتے ہی پہچان کر قبول کر لیتے ہیں۔ اور کفار کی علامت یہ کہ حق کے سامنے سرنگوں ہونے کی بجائے انکار و جحود اور سرکشی کرتے ہیں۔ اور حق کو صرف یہ کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ ۚ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۔ کہ مردے ہیں۔ زندہ نہیں یعنی کافروں کی مثال مُردوں کی ہے کہ ان میں اصلاح حق کا حس و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شعور نہیں ہوتا۔ اور مومنوں کی مثال زندوں کی ہے کہ ان میں ہر طرح کا احساس و شعور پایا جاتا ہے۔ منافقین کے متعلق ارشاد فرمایا۔ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ۔ کہ ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا اور ان کے لئے آخرت میں عذاب الیم ہے۔ کیونکہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔ دوسری جگہ فرمایا مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ کہ منافق ہمیشہ تذبذب میں رہتے ہیں کہ نہ ان میں ایمان و عزم کی پختگی ہے اور نہ ہی انکار و جحود کی جرأت ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ ضلالت و ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے تو اس کے سمجھنے میں علی العموم لوگوں نے غلطی کی ہے جس سے غیر مذاہب آریہ وغیرہ کو قرآن حکیم پر اعتراض کرنے کا موقعہ ملا کہ جب ضلالت و ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور انسان مجبور محض اور مسلوب الاختیار ہے تو اعمالِ بد کی سزا کیسے اور کس قانون پر؟ ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ اعتراض قرآن حکیم کے اسلوب بیان کو نہ سمجھنے پر مبنی ہے۔ قرآن حکیم کا عام اسلوب بیان یہ ہے۔ کہ خدا کے ٹھہرائے ہوئے قوانین و اسباب سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ انہیں براہ راست خدا کی طرف نسبت دیتا ہے۔ مثلاً اس کا قانون یہ ہے کہ جو لوگ سمجھ بوجھ سے کام لینے کی بجائے اپنے بوڑھوں کی اندھی تقلید کرنے لگتے ہیں۔ اور اسی پر اڑے رہتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ان کی عقلیں ملی جاتی ہیں۔ اور سمجھ بالکل الٹی ہو جاتی ہے۔ کتنی ہی صاف بات کہی جائے ان کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ کتنی ہی ان کی بھلائی چاہو وہ اور زیادہ مخالفت کریں گے۔ قرآن حکیم اس حالت کو یوں تعبیر کرے گا کہ "اللہ پاک نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی پس وہ سمجھتے نہیں"۔ اب اس سے یہ سمجھنا حماقت ہوگی کہ خدا تعالےٰ آدمی کو بے عقلی اور گمراہی پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہاں پر ایک اور بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ لوگوں نے تقدیر کا مفہوم سمجھنے میں بھی اسی طرح کی غلطی کھائی ہے۔ یہ سمجھا ہے کہ انسان تقدیر کا قیدی ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے اسی کے ہاتھوں انجام پاتا ہے۔ اور اللہ پاک نے ہمارے اقبال و ادبار کو پہلے ہی سے لکھ رکھا ہے۔ جو کچھ ہونا ہے۔ اس نوشتہ کے مطابق ہو کر ہی رہے گا۔ خواہ ہم کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں!

مسلمانوں کا تنزل اور اس کا علاج

اس تقدیر اور رضا بالقضا کے عقیدے سے مسلمانوں میں جامدین کی ایک جماعت پیدا ہو گئی۔ جس نے دنیا و مافیہا کو چھوڑ کر رہبانیت کی زندگی اختیار کر لی۔ ترغیب و ترہیب اور مکاشفات وغیرہ کے مسائل پر زور دے کر لوگوں کو دنیا سے نفرت دلائی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ زہد و فقر کے مسائل ہی کو اسلام سمجھا گیا۔ اور اقتصادی و معاشرتی اصلاح اور جدید علوم و فنون سے مستفید ہونے کو دنیا داری اور سیاست سمجھ کر ان سے بائیکاٹ کیا گیا جس کی وجہ سے دوسروں کے محکوم ہو گئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب صورت حال یہ ہوگئی کہ ایک طرف تو کتاب و سنت کو چھوڑ کر بدعات و رسوم کا التزام اور آراء و اجتہادات کو واجب التقلید سمجھا گیا بلکہ سنت پر عمل کرنے کو انحراف عن الدین قرار دیا گیا۔ اور دوسری طرف اقتصادی و معاشرتی اصلاح اور جدید علوم و فنون سے بائیکاٹ کرنے کی وجہ سے دوسروں کے غلام بن گئے۔ مولانا حالی نے پہلی گمراہی کے متعلق لکھا ہے۔ ؎

سدا اہلِ تحقیق کے دل میں بل ہے ... حدیثوں پہ چلنے میں دیں کا خلل ہے

فتاووں پہ بالکل مدارِ عمل ہے ... ہر اک رائے قرآں کا نعم البدل ہے۔

کتاب اور سنت کا ہے نام باقی

خدا اور نبی سے نہیں کام باقی

جب یہ جمود امت میں سرایت کر گیا اور مذہب کی مسخ شدہ صورت لوگوں کے سامنے رہ گئی تو اس موقعہ پر دشمنانِ اسلام کو یہ کہنے کا موقعہ ملا کہ مذہب ترقی سے مانع ہے۔ موجودہ زمانہ علم و سائنس کا زمانہ ہے۔ اسلام جیسے جمود پسند مذہب کو ساتھ لے کر ترقی غیر ممکن ہے وغیرہ۔

نوجوانانِ ملت کے سامنے چونکہ اسلام کی صحیح تصویر موجود نہ تھی۔ وہ ان رسوم و بدعات اور رہبانی زندگی کو ہی مذہبِ اسلام خیال کرتے تھے۔ اس لئے دشمنوں کے یہ جملے سنتے ہی انہیں پورا یقین ہو گیا کہ واقعی یہ جمود ہے اور ترقی سے مانع ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تعلیم یافتہ طبقہ اسلام سے برگشتہ ہو کر داعیانِ مذہب و ملت پر اس تنزل کا الزام رکھا۔ اور علمائے حق کے خلاف جنگ و پیکار میں مشغول ہو گئے۔

کسی نے قرآن حکیم کو اوراق پارینہ سے تعبیر کیا۔ اور کسی نے اسلاف رحمہم اللہ پر حملے کئے اور کہا کہ پہلے سب گمراہ تھے۔ اسلام اور قرآن کو تیرہ سو سال سے کسی نے نہیں سمجھا۔ مولوی کا مذہب غلط ہے۔ ان کو ختم کر دینا چاہئے وغیرہ حالانکہ تعطل و جمود کا سبب نہ تو مولوی طبقہ تھا اور نہ ہی مذہب۔ کیونکہ مذہب اسلام تو ایک انقلابی تحریک ہے جس نے جمود باطل کے خلاف ہمیشہ جہاد کیا ہے اور قرآن نے ان لوگوں کو جو راہ حق کو چھوڑ کر آباؤ اجداد کی رسوم و قیود پر مصر ہیں سمجھا، اور حیوانوں سے بدتر کہا ہے وغیرہ۔ بلکہ اس تنزل کا حقیقی سبب یہی درویش اور جمود پسند حضرات تھے جنہوں نے کتاب و سنت کی بجائے بدعات کی ترویج کی اور قوم کو اقتصادی، معاشرتی ترقی سے روک کر اسی پر جمے رہنے کی تلقین کی اور موجودہ تنزل کو تقدیر کے حوالہ کر کے ان پر صبر کرنے کو کہا۔

؎ اگر آپ مفصلاً یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آجکل مسلمان شرکیہ عقائد اور رسوم و بدعات میں مبتلا ہو کر کتاب و سنت سے (جو مذہب کا صحیح سرچشمہ ہے) کس قدر دور ہو چکے ہیں تو میرے محترم رفیق مدیر معاون کے مضمون کو جو "احسان عظیم" کے عنوان سے اسی رسالہ میں باقساط شائع ہو رہا ہے غور کے ساتھ دوبارہ مطالعہ کریں ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تقدیر کا مفہوم

اب قبل اس کے کہ میں اپنی بساط علمی کے مطابق اس تنزل کا علاج پیش کروں اس تقدیر کے مفہوم کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ تقدیر یہ نہیں کہ انسان اس کے سامنے مجبور محض ہو اور اس کا تسلط انسان پر ایسا ہو کہ سعی و عمل اس کے سامنے ہیچ اور لاطائل ثابت ہو اگر ایسا ہی ہوتا تو قرآن نہ سعی عمل کا حکم دیتا اور نہ ہی کَانَ سَعْیُکُمْ مَشْکُوْرًا کا مژدہ سناتا، بلکہ یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کیا اور اس کے لئے قوانین مقرر کئے جن کے ماتحت یہ سارا نظام چل رہا ہے پس یہ تکوین و تدبیر اور اسباب و مسببات کا پورا نظام جو ان قوانین قدرت کے ماتحت چل رہا ہے اس کا نام قرآن نے تقدیر رکھا ہے (خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا) اب ان قوانین قدرت کا جن کے غلط یا صحیح استعمال پر نفع نقصان مرتب ہوتا انسان کو کلی اختیار ہے کہ ان کا صحیح استعمال کر کے اپنی دنیاوی اخروی زندگی کامیاب بنائے یا غلط استعمال کر کے دنیاوی ذلت اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہو بلکہ اللہ نے وحی و الہام کا سلسلہ قائم کر کے انسان کو اس نفع و نقصان سے آگاہ بھی فرما دیا ہے۔ اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا۔ تفصیل کا موقع نہیں اس مختصر تبع کو سمجھ کر آپ جواب دیں کہ اس میں جبر اور سلب اختیار ہے؟ یا اختیار و ابتلاء؟ والسلام (باقی) ۱۲

حُبِّ نبی

از مولوی عبد الرؤف خاں صاحب رحمانی

(۱) جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المال سے لوگوں کے سالانہ وظیفے مقرر کئے تو عام لوگوں کی طرح اپنے بیٹے عبد اللہؓ کا بھی دو ہزار مقرر کیا، اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کا پانچ ہزار۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا کہ آپ نے اسامہ کو مجھ پر فضیلت دے دی تو حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا۔ اِنَّ اُسَامَۃَ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْکَ اسامہ حضور پرنور کو تم سے زیادہ محبوب تھے (الاستیعاب)

یہ تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی محمدؐ کو یاد رکھنے والے۔

(۲) ثابت بن دحداحؓ کے تذکرہ میں بلیغ جملے نظر آتے ہیں کہ جب غزوہ احد میں مسلمان تتر بتر ہو گئے اور حضور کی وفات کی خبر سن کر مضمحل ہو گئے۔ تو انھوں نے بلند آواز سے پکار کے کہا اِنْ کَانَ مُحَمَّدٌ قُتِلَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ فَقَاتِلُوْا عَنْ دِیْنِکُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ نَاصِرُکُمْ (۰) یعنی اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے تو تم بھی اسی مشن کے لئے جان دو۔ (بقیہ صفحہ ۲۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام کیا چاہتا ہے؟

از جناب مولوی شیخ فتح محمد صاحب بھاگووال ضلع گورداسپور

حضرات! چونکہ مسلمان وہ ہے جو اسلام کو قبول کرے اور پھر یہ اقرار اور اعتراف کرے کہ ساری زندگی اسلام ہی کی رہنمائی میں بسر کروں گا۔ لہٰذا ہر مسلمان کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ اس حقیقت کبریٰ سے واقفیت اور شناسائی رکھے جو عنوان کی شکل میں اس ورق پر موجود ہے۔ جب تک وہ نافہمی و ناشناسی کو عرفان و پہچان سے تبدیل نہ کرے اس حقیقت کا مبین ثبوت ہے کہ وہ اپنے اقرار و اعتراف اور عہد و پیمان میں صادق ثابت نہ ہوگا کیونکہ لاعلمی عمل کے فقدان کی دلیل ہے اور جب تک عمل نہ ہو۔ دعوے۔ اقرار۔ اعتراف۔ عہد و پیمان اور عقیدہ و ایمان کو سچا کر کے دکھایا نہیں جا سکتا۔ پس مذکورہ اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر کچھ عرض کئے دیتا ہوں کہ اسلام کیا چاہتا ہے؟

یوں تو قرآن مجید بیشتر آیات کا ذخیرہ فراہم کرتا ہے لیکن یہاں معدودے چند آیات موضوع مقصد کے لئے رقم کی جاتی ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ (بقرہ)	اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے تمام کو پیدا کیا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔
ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ۔ (الانعام)	وہی ہے اللہ رب تمہارا جس کے سوا تمہارا الٰہ کوئی نہیں ہے وہ ہر چیز کا خالق ہے۔ لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو۔ اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔
وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ (البینہ)	انسانوں کو کوئی حکم نہیں دیا گیا بجز اس کے کہ اللہ کی بندگی کریں۔ سب کو چھوڑ کر صرف اسی کی اطاعت کریں
إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ۔ (یوسف)	حکم بجز اللہ کے کسی اور کا نہیں ہے۔ اس کا حکم تو یہ ہے کہ اس کے سوائے کسی اور کی بندگی نہ کرو یہی صحیح دین ہے۔

ان آیات سے بلاشک و ریب یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام لوگوں کو اس حال میں دیکھنا چاہتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ صرف وہ اللہ ہی کو اپنا الٰہ اور رب مانیں اور اسی کی بندگی اور عبادت کریں۔ الوہیت و ربوبیت اور بندگی اور عبادت آپس میں لازم ملزوم ہیں جس کو الٰہ اور رب مانا جائیگا لازماً اُس کی عبادت اور بندگی بھی کی جائیگی جس کی بندگی اور عبادت کی جائے گی لازماً وہی الٰہ اور رب تصور ہوگا۔ خواہ زبان سے اُس کی الوہیت و ربوبیت کا اقرار نہ ہی کیا جائے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ الٰہ اور رب حقیقی ہے یا غیر حقیقی۔ تو جب یہ حقیقت ہے کہ الٰہ اور رب صرف اللہ ہی ہے تو پھر بندگی اور عبادت اُسی کی ہونی چاہئے۔

توحید کی تفصیل اور شرک کی تذلیل

یہاں مناسب سمجھتا ہوں کہ موضوع کی وضاحت کرنے سے پہلے اس امر کا انکشاف کردوں کہ یہی وہ مقام ہے جس پر ثابت قدمی کے ساتھ گامزن رہنے کی تاکید میں اور اس مقام سے ہٹ جانے کی وعید میں قرآن مجید میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ — یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

ولقد اوحی الیك والی الذین من قبلك لئن اشركت لیحبطن عملك ولتكونن من الخاسرین (زمر) — بلے آخری پیغمبر! تمہاری طرف اور تم سے پہلے تمام پیغمبروں کی طرف یہ وحی کردی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو ضرور تمہارے اعمال ضائع ہوجائیں گے اور تم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوجاؤ گے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ — یقیناً اللہ اس شخص کی بخشش نہیں کرے گا جو کسی دوسرے کو اُس کا شریک ٹھہرائے اِس کے سوا جس کو چاہے گا بخشے گا

مطلب یہ کہ صرف اللہ ہی کو اپنا الٰہ اور رب مان کر صرف اُسی کی عبادت، بندگی اور غلامی کرنا توحید ہے اور اسی کے لئے اسلام لوگوں سے اُن کی زندگی لینا چاہتا ہے۔ اور برعکس اس کے کسی دوسرے کو (خواہ وہ کسی بھی قسم کی مخلوق میں سے ہو) الٰہ اور رب جان کر اُس کی عبادت اور بندگی کرنا یا عبادت و بندگی کر کے اُس کے الٰہ اور رب ہونے کا ثبوت دینا شرک ہے جو ایک بہت بڑا ظلم ہے۔ خسارے میں مبتلا کردینے والی چیز ہے ایسا کرنے والوں کی مغفرت و بخشش نہ ہوگی یہاں تک کہ آخرالانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اگر یہ فعل کرتے تو اُن کے تمام اعمال ضائع ہوجاتے۔

موضوع مقصد کی وضاحت

آپ کے ذہن میں یہ خاکہ کھنچا رہے کہ الٰہ اور رب کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ خدا۔ پیدا کرنے والا۔ روزی رساں۔ مالک نگہبان بلکہ الٰہ اور رب کے معنی حکمران۔ بادشاہ۔ آقا اور حاکم کے بھی ہیں، اسی طرح عبادت اور بندگی کے معنی صرف پوجا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وکبریائی بیان کرنا یا صرف سلامی کے لئے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا اور قدموں پر گر پڑنا ہی نہیں بلکہ نفع کی امید اور نقصان سے بچاؤ کی خاطر دعا و التجا کرنا۔ نذر و نیاز اور قربانیاں دینا اور زندگی کی ہر جز اخلاقی۔ معاشی۔ معاشرتی۔ ادبی۔ علمی اور سیاسی وغیرہ میں رعایا کے طور پر حرکت کرنا بھی عبادت اور بندگی ہے۔

اب مسئلہ صاف ہو گیا کہ آپ جس کی بھی بڑائی اور کبریائی بیان کریں گے جس کی بھی سلامی کے لئے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوں گے جھکیں گے اور قدموں پر گریں گے جس سے بھی نفع کی امید اور نقصان سے بچاؤ کی خاطر دعا و پکار کریں گے جس کے بھی نام کی نذر۔ نیاز اور قربانیاں دیں گے اور جس کے بھی حکم اور قانون کے تحت اپنے اخلاق اپنی معاش۔ اپنی معاشرت۔ تمدن۔ علم۔ ادب اور سیاست وغیرہ کو حرکت میں لائیں گے۔ اُس کو آپ نے اپنا الٰہ اور رب بنا لیا گو زبان سے آسے اپنا الٰہ اور رب نہ ہی کہو۔ اور اسی طرح آپ جان لوجھ کر جس کو اپنا الٰہ اور رب مانیں گے لازماً آپ کو اُسی کی بڑائی اور کبریائی بیان کرنی پڑے گی۔ اُسی کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا۔ جھکنا اور گرنا پڑے گا۔ اُسی سے ہر نفع کی امید پر اور ہر مصیبت اور کرب و بلا سے رہائی اور نجات کے لئے دعا اور پکار کرنی پڑے گی۔ اُسی کے لئے نذر۔ نیاز اور قربانیاں دینی ہوں گی۔ اور اسی کے حکم اور قانون کے تحت اپنے اخلاق علم۔ ادب اور تمدن کو اور اپنی معاش۔ معاشرت اور سیاست وغیرہ کو حرکت میں لانا پڑے گا۔ اور اسلام چاہتا ہے کہ الٰہ اور رب صرف اللہ ہے اس لئے اُسی کی بندگی اور عبادت کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ کے سوا اوروں کو بھی اپنا الٰہ اور رب سمجھ بیٹھو۔ یا اللہ کے سوا اوروں کی بھی عبادت اور بندگی کر کے یہ ثبوت پیش کرو کہ اللہ کا کوئی شریک بھی ہے۔ وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ جس طرح خالقیت، مالکیت، رزاقیت اور نگہبانی میں اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح حاکمیت۔ بادشاہت۔ حکمرانی اور فرمانروائی میں بھی اُس کا شریک کوئی نہیں۔ لہٰذا اُسی کے قانون کو ترجیح دو۔ اُسی کا شرعی راج اور اسی کی شرعی حکومت قائم ہونی چاہئے۔ اُسی کی رعایا محکوم اور غلام بن کر زندگی بسر کرو۔ اُسی کا حکم مانو۔ عظمت و کبریائی اُسی کی بیان کرو۔ اُسی کے آگے قیام۔ رکوع اور سجدہ کرو۔ اور اُسی کے نام کی نیاز۔ نذر اور قربانیاں دو۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

نوٹ:۔ منی آرڈر کے کوپن پر اپنا نام اور پتہ خوشخط اور صاف تحریر فرمائیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فتاویٰ

سوال :- ایک اہلحدیث مولوی صاحب وعظ میں منبر پر بیان فرماتے تھے کہ حضور کی پیدائش نور سے ہے اگر حضور کو خدا پیدا نہیں کرتا تو آسمان زمین میں جن و انس کچھ نہیں پیدا کرتا اور حضور کا لعاب دہن مبارک خوشبودار ہوتا تھا حتی کہ بول و براز بھی خوشبودار ہوتا تھا۔ لوگ جسم پر اپنے لعاب دہن مبارک مل لیا کرتے تھے۔ حالانکہ آپ اسی خیال سے لعاب دہن اور بول وغیرہ کو لوگوں سے پوشیدہ کر کے پھینکا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بول پوشیدہ کر کے چارپائی کے نیچے چھپا کر رکھا تھا۔ ایک خادمہ نے خاک روبی کرتے ہوئے بول پایا تو مارے خوشبو کے اٹھا کر پی گئی اور حضور کے جسم مبارک کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔ کیا یہ سب باتیں سچ ہیں اگر سچ ہیں تو کیا قرآن سے یا حدیث سے ثابت ہیں؟

عبد العلیم۔ سراوہ۔ پٹنہ

جواب :- ان مولوی صاحب نے اپنے وعظ میں آٹھ باتوں کا دعویٰ کیا ہے نمبروار ہر ایک کے متعلق مختصر عرض ہے

پہلی بات۔ حضور کی پیدائش نور سے ہے

غالباً مولوی صاحب مذکور نے یہ دعویٰ احادیث ذیل کی رو سے کیا ہے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ
یا جابر اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ۔ اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ۔ اَنَا مِنَ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ۔

پہلی حدیث علی بلا سند ذکر کی جاتی ہے اور عام طور سے جہلا کی زبانوں پر جاری ہے مگر اس روایت کے موضوع ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔

دوسری روایت زرقانی وغیرہ نے مصنف عبد الرزاق سے بلا سند لکھی ہے اور مصنف عبد الرزاق میں موضوع حدیثیں بھی موجود ہیں اور فضائل و مناقب میں اس کی روایتوں کا کم اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے یہ روایت بھی ناقابل اعتبار و التفات ہے۔ پہلی اور دوسری حدیث کے موضوع ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ صحیح احادیث میں مخلوقات الٰہی میں عرش اور پانی کے ماسوا سب سے پہلے قلم کی پیدائش کی تصریح آگئی ہے چنانچہ ارشاد ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ۔ (احمد و الترمذی و صححہ و ابو داؤد و سکت عنہ) قال الحافظ وقد وقع فی قصۃ نافع بن زید الحمیری بلفظ کان عرشہ علی الماء ثم خلق القلم فقال اکتب ما ھو کائن ثم خلق السموات والارض فصرح بترتیب المخلوقات بعد الماء والعرش قال ویجمع بینہ وبین ما قبلہ بان اولیۃ القلم بالنسبۃ الی ما عدا الماء والعرش او بالنسبۃ الی ما منہ صدر من الکتابۃ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الی انہ قیل لہ اکتب اولاً ماخلق (فتح الباری پ ۱۳ ص ۸۶)

تیسری روایت بھی موضوع ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لا اعرفہ (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۶)

چوتھی روایت بھی جھوٹی ہے ملا علی قاری حنفی موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں قال العسقلانی انہ کذب مختلق وقال الزرکشی لا یعرف وقال ابو تیمیہ موضوع وقال السخاوی ھو عند الدیلمی بلا اسناد عن عبد اللہ بن جراد مرفوعاً انا من اللہ والمومنون منی الخ انتہی۔ دوسری تیسری چوتھی روایت کے غلط اور باطل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ صحیح مسلم کی روایت خلقت الملئکۃ من نور کے مطابق فرشتوں کی تخلیق نور سے ہوئی ہے اور قرآن میں آنحضرت کے فرشتہ ہونے کی نفی کی گئی ہے وَلَا اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَکٌ۔ اور یہ ہر شخص کو مسلم ہے کہ آنحضرت آدم کی اولاد سے ہیں اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے اسلئے آنحضرت کے بجائے نور ـــ مٹی سے پیدا ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا حضرت عائشہ سے مرفوعاً مروی ہے خُلِقَتِ الْمَلٰئِکَۃُ مِنْ نُّوْرٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَکُمْ (مسلم) اور یہ روایتیں عقلاً بھی غلط اور باطل ہیں کیونکہ اگر نور خدا سے ہوئے کا یہ معنی ہے کہ آپ کا نور عین وکل نور خدا ہے تو آنحضور کا خدا ہونا لازم آئے گا اور اگر یہ نور جزو نور خدا ہے تو خدا کی تجزی اور قسمت لازم آئے گی اور یہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔

بہرکیف مولوی صاحب کی پہلی بات عقلاً اور نقلاً باطل اور غلط ہے۔ یہ عقیدہ اور قول تو بدعتیوں کا ہے اس لئے مجھے مولوی مذکور کے اہلحدیث ہونے کا یقین بلکہ تصور بھی نہیں ہوتا۔ شخص مذکور قطعاً جاہل اور بدعقیدہ ہے

دوسری بات اس حدیث سے ماخوذ ہے جو عام طور پر بدعتیوں کی زبان پر ہے اور جاری ہے لولاک لما خلقت الافلاک۔ لیکن یہ روایت موضوع اور جھوٹی ہے قال الصغانی موضوع کذا فی الخلاصۃ (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۶ والموضوعات الکبیر للملا علی القاری الحنفی والفوائد المجموعۃ للشوکانی یہ حدیث دیلمی اور ابن عساکر نے بالترتیب یوں روایت کی ہے عن ابن عباس مرفوعاً اتانی جبریل فقال یا محمد لولاک ما خلقت الجنۃ ولولاک ما خلقت النار وفی روایۃ ابن عساکر لولاک ما خلقت الدنیا۔ مگر مسند الفردوس دیلمی کی اور تاریخ ابن عساکر کی موضوع اور جھوٹی روایتوں سے بھری ہیں۔

تیسری بات آپ کا لعاب دہن مبارک خوشبودار ہوتا تھا" آپ کے لعاب دہن کے خوشبودار ہونے کے بارے میں کوئی صحیح یا ضعیف حدیث مجھے نہیں ملی اور میں وثوق سے کہتا ہوں کہ یہ محض دعویٰ ہے جو کسی روایت سے ثابت نہیں اگر اس مضمون کی کوئی روایت بسند صحیح ثابت ہو تو تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہوگا۔

چوتھی بات "بول و براز بھی خوشبودار ہوتا تھا" قطعاً جھوٹ اور غلط اور بے ثبوت ہے کسی روایت سے آپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بول وبراز کا خوشبودار ہونا ثابت نہیں ہے اسی لئے کسی معتبر محدث یا فقیہ نے اس کے خوشبودار ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

پانچویں بات "لوگ اپنے بدن پر لعاب دہن مبارک مل لیا کرتے تھے" بلاشک وشبہ صحابہ کرام فرطِ عقیدت وغایت محبت اور انتہائی عشق نبی کی بنا پر آپ کا رینٹھ اور تھوک ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے اور اپنے چہروں اور جسموں پر مل لیا کرتے تھے اور آپ کے وضو کا پانی بھی اپنے جسموں پر مل لیتے تھے لیکن اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ تھوک اور رینٹھ اور وضو کا پانی خوشبودار ہوتا تھا۔ بلکہ انتہائی عشق رسول ومحبت نبی ووالہانہ شیفتگی و عقیدت کی بنا پر تبرکاً ایسا کرتے تھے اور تبرکاً وعقیدۃً ایسا کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خوشبودار بھی ہوتا تھا صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام نے عروہ کی موجودگی میں آپ کا رینٹھ اور تھوک اپنے بدنوں پر مل کر جس شیفتگی اور حیرت انگیز عقیدت کا اظہار کیا ہے اس کے متعلق حافظ ابن حجر لکھتے ہیں وفیہ طہارۃ النخامۃ و الشعر المنفصل والتبرک بفضلات الصالحین الطاہرۃ ولعل الصحابۃ فعلوا ذلک بحضرۃ عروۃ وبالغوا فی ذلک اشارۃ منہم الی الرد علی ما خشیہ من فرارہم فکانہم قالوا بلسان الحال من یحب امامہ ہذہ المحبۃ ویعظمہ ہذا التعظیم کیف یظن انہ یفر عنہ و یسلمہ لعدوہ بل ہم اشد اغتباطا بہ وبدینہ ونصرہ من القبائل التی یراعی بعضہا بعضا بمجرد الرحم (فتح الباری شرح صحیح بخاری) یہ بھی صحیح ہے کہ آنحضور کا لعاب دہن باعث برکت وشفا تھا چنانچہ آپ کا لعاب دہن لگانے سے حضرت علی کا آشوب چشم دور ہوگیا (بخاری مسلم مسند احمد) خالد بن الولید کا زخم لعاب دہن لگانے سے اچھا ہوگیا (مسند احمد۔ عبدالرزاق۔ عبد بن حمید۔ ابن عساکر) آپ کی کلی کا پانی پینے اور اوپر چھڑکنے سے ایک گونگا اچھا ہوگیا اور بولنے لگا (ابن ماجہ وابونعیم) لعاب نبوی ملنے سے ایک جلا ہوا بچہ اچھا ہوگیا (مسند احمد بن حنبل۔ مسند ابوداؤد وطیالسی۔ تاریخ بخاری۔ خصائص کبریٰ للسیوطی) ایک صاع آٹے اور ایک بکری کے گوشت میں لعاب دہن ملا دینے سے اتنی برکت ہوئی کہ ہزاروں آدمی آسودہ ہوگئے اور آٹے اور گوشت میں کوئی کمی نہیں ہوئی (بخاری) غرض یہ کہ اس قسم کے واقعات ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدد دفعہ پیش آئے لیکن کسی واقعہ سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ آپ کا لعاب دہن یا رینٹھ خوشبودار بھی ہوتا تھا۔ آپ مجسم باعث خیر وبرکت وسبب شفا ہونا اور چیز ہے اور لعاب دہن کا خوشبودار ہونا اور چیز ہے دونوں میں تلازم نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی صحیح روایت سے یہ ثابت ہو جائے تو آمنا وصدقنا۔

چھٹی بات "آپ اسی خیال سے لعاب دہن اور بول وغیرہ لوگوں سے پوشیدہ کرکے پھینکا کرتے تھے" لعاب دہن اور رینٹھ کے متعلق پوشیدہ کرکے پھینکنے کا دعویٰ محض غلط اور باطل اور بے ثبوت ہے۔ رہا بول وبراز تو آنحضور گھر کے بیت الخلا میں پیشاب پاخانہ کرتے تھے یا اگر باہر ہوتے تو اتنی دور میدان میں جاتے کہ لوگوں کی نظروں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ادھیلی ہو جائیں اور یہ صرف اس لئے کہ پیشاب پاخانہ کی حالت میں تستر ضروری اور لازم ہے اور یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت سے بڑھ کر کوئی دوسرا شخص شرم وحیا اور احتیاط اور پردے والا نہیں تھا۔ قضائے حاجت کی حالت میں غایت درجے کے پردے اور تستر کی وجہ یہ نہیں تھی کہ لوگوں سے اپنے بول وبراز کو محفوظ رکھنا مقصود تھا تاکہ لوگ اس کی خوشبو کی وجہ سے اس کو متبرک بنا کر تقسیم نہ کرلیں۔ بہرحال یہ دعویٰ جہل وحماقت کی دلیل ہے۔

ساتویں بات "ایک دفعہ بول پوشیدہ کرکے چارپائی کے نیچے چھپا کر کے رکھا تھا ایک خادمہ نے خاکروبی کرتے ہوئے بول پایا تو مارے خوشبو کے اٹھا کر پی گئی" اصل واقعہ درج کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ اس جاہل مولوی نے اپنے باطل مزعومہ کی بنا پر اس میں کس قدر آمیزش کی ہے۔ روی ان ام ایمن شربت بول النبی صلی اللہ علیہ وسلم رواہ الحاکم والدارقطنی والطبرانی وابونعیم واخرج الطبرانی فی الاوسط فی روایۃ سلمی امراءۃ ابی رافع انہا شربت بعض ماغسل بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہا حرم اللہ بدنك علی النار (عینی شرح بخاری ج ۱ ص ۰۰) مفصل روایت حافظ ابن حجر نے اصابہ میں بایں الفاظ ذکر کی ہے عن ام ایمن قالت کان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فخارۃ یبول فیہا باللیل فکنت اذا اصبحت صببتہا فنمت لیلۃ وانا عطشانۃ فغلطت فشربتہا فذکرت ذلك للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انك لا تشتکی بطنك بعد یومك ھذا (اصابہ فی تمییز الصحابہ ص ۲۱۳ ج ۸)

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ آپ رات میں کسی عذر کی بنا پر پیالے میں پیشاب کیا کرتے تھے جو صبح کو پھینک دیا جایا کرتا تھا اور حضرت ام ایمن نے ایک رات پیاس کی حالت میں پیالہ میں پانی سمجھ کر غلطی سے اس کو پی لیا تھا۔ نہ اس روایت میں بول کو چھپا کر رکھنے کا ذکر ہے اور نہ اس کے خوشبودار ہونے کا اور نہ اس بات کا کہ ام ایمن نے خوشبو کی وجہ سے قصداً پی لیا تھا۔ زیادہ سے زیادہ اس واقعہ سے یہ مسئلہ مستنبط کیا جا سکتا ہے کہ آنحضور کا پیشاب پاک ہے جیسا کہ چاروں اماموں کے مقلدین یہ کہتے ہیں کہ آنحضور کا پیشاب اور خون وغیرہ طاہر اور غیر نجس ہے حافظ فرماتے ہیں۔ قد تکاثرت الادلۃ علی طہارۃ فضلاتہ وعد الائمۃ ذلك فی خصائصہ فلا یلتفت الی ما وقع فی کتب کثیر من الشافعیۃ مما یخالف ذلك فقد استقر الامر بین ائمتہم علی القول بالطہارۃ۔ (فتح الباری ص ۱۳۶ ج ۱) ۔ لیکن خود چاروں اماموں سے صحیح سند سے یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ آنحضرت کے بول وخون وغیرہ کی طہارت کے قائل تھے۔ اسی واسطے مولوی انور شاہ حنفی مرحوم فرماتے ہیں ثم مسئلۃ طہارۃ فضلات الانبیاء توجد فی کتب المذاہب الاربعۃ ولکن لا نقل فیہا عندی عن الائمۃ الا ما فی المواہب عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی نقلا عن العینی ولکن ما وجدتہ فی العینی (فیض الباری علی صحیح البخاری ص ۲۵۱ ج ۱)

© rasailojaraid.com